

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

مصنفہ: سیّد نور محمّد قادری

ناشر
مجلس خدّامِ اسلام (لاہور)

میلاد شریف
اور
علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ

سیّد نور محمد قادری

مجلسِ خدّامِ اسلام (لاہور)

سلسلۂ مطبوعات نمبر۲

نام کتاب ——— میلاد شریف اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

تحریر ——— سیّد نور محمد قادری

تعداد ——— ایک ہزار

ناشر ——— مجلس خدامِ اسلام لاہور

ہدیہ ——— دعائے خیر

نوٹ:۔ بیرونجات کے حضرات ایک روپیہ کے ڈاک ٹکٹ ارسال فرما کر طلب فرمائیں۔

کتاب منگوانے و ترسیل زر کا پتہ

منصور اصغر صدر مجلس خدّام اسلام

اونچی مسجد حنفیّہ رضویہ ٹھٹھی ملاحاں

اندرون ٹیکسالی گیٹ لاہور

پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۰۰۰

انتساب

میں اس تالیف کو مرشدِ اقبال حضرت قاضی سلطان محمود صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۱۹ء) دربار آوان شریف ضلع گجرات کی بارگاہِ عالی میں پیش کرتا ہوں۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے خاندان کے بھی مربی، مرشد، راہنما اور سبھی کچھ تھے۔

ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

یکے از غلامانِ دربار آوان شریف

سیّد نور محمد قادری



اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے۔ میری جان ہیں یہ

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں عقیدت ومحبت کے اظہار کے لئے جو تقریب منعقد کی جاتی ہے اُسے اصطلاحاً "میلاد شریف" کہا جاتا ہے اور یہ اصطلاح اس طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت کے ساتھ مخصوص ہے کہ صحابۂ کرام اور آئمہ اہلِ بیت میں سے کسی کے بھی یومِ ولادت کو "میلاد شریف" کے نام سے نہیں پکارا جاتا یا ایسا کہنے کو سوئے ادب اور گستاخی سمجھا جاتا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ جب مہدوی فرقہ نے حیدرآباد دکن میں ایک سازش کے ذریعے سرکاری جنتری میں سید محمد مہدی جونپوری کے یومِ پیدائش کے خانہ میں "میلاد شریف" کا لفظ چھپوا لیا تو پورے ہندوستان میں عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں احتجاج کی زبردست لہر دوڑ گئی اور جب تک سرکاری جنتری میں سے مہدی جونپوری کے نام کے سامنے سے میلاد شریف کے لفظ کو نکال نہ دیا گیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے چین کا سانس نہ لیا۔
جناب پروفیسر الیاس برنی مرحوم نے اس قصہ بلکہ قضیہ کو اپنے خط بنام شاہ حسین میاں سجادہ نشین دربار پھلواری شریف میں اس طرح بیان کیا ہے۔

" میلاد شریف کا قصہ یہ ہے کہ یہاں ایک سرکاری جنتری شائع ہوتی ہے جس میں تعطیلات بھی درج رہتی ہیں۔ تعطیلات کے سلسلہ میں دوازدہم شریف، یازدہم شریف، فاتحہ، عرس یہ اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی تعطیل میں لفظ "ولادت" استعمال ہوتا ہے تاکہ میلادِ مبارک سے امتیاز رہے لیکن اپنے اثرات اور مسلمانوں کی عدم توجہی سے فائدہ اٹھا کر اُسی جماعت

نے سید محمد جونپوری کی تعطیل میں لفظ "میلاد شریف" درج کرا لیا،
حالانکہ کم از کم حیدر آباد میں میلاد شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے مخصوص رکھتے ہیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے لفظ
"ولادت" استعمال کرتے ہیں کہ اصطلاحات میں بھی فرق مراتب ملحوظ ہے،
اول خانگی طور سے مہدوی جماعت کو اس فرق پر توجہ دلائی گئی لیکن جب
وہ راضی نہ ہوئی تو حکم ہو گیا کہ سرکاری جنتری میں لفظ "میلاد شریف"
درج نہ ہوگا۔ مہدوی اپنے طور پر لکھیں تو وہ جانیں"۔[1]

غرض کہ امتِ محمدیہ اس مقدس دن کو بڑے ادب، احترام اور اہتمام سے
مناتی آرہی ہے لیکن بدقسمتی سے دیوبندی حضرات رباشناسے چند اس مبارک و
مسعود دن کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے اسے بدعت قرار دیتے ہیں اور جہاں
بس چلے تو مولود شریف کو روکنے اور بند کرنے یا کرانے کے لئے کسی قسم کا حربہ
استعمال کرنے سے نہیں ہچکچاتے مثلاً جب نواب صدیق حسن خاں ریاست بھوپال
کے سیاہ و سفید کے مالک بنے تو ریاست میں میلاد شریف کی مجالس کو حکماً بند کرا دیا۔
محترمہ آبرو بیگم صاحبہ نے اس مسئلہ کو نواب سلطان جہاں بیگم سابق فرمانروا بھوپال کی
زبانی اس طرح بیان کیا ہے۔

" اثنائے گفتگو میں ہرہائینس نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ
جی۔سی۔ایس۔آئی فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا نے مجھ سے فرمایا کہ
جس زمانے میں نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے محفل میلاد
کی رسم بھوپال میں موقوف کر دی تھی ایک روز مجھے اس کی نسبت بہت
افسوس کے ساتھ خیال آیا کہ ایسی متبرک محفل کو اپنے یہاں کیوں نہ قائم کروں۔
بار بار مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مجبور کرتی

[1] رسالہ نقوش، خطوط نمبر حصہ اول اپریل مئی ۱۹۶۸ء صفحہ ۴۸۰-۴۸۱

تھی کہ میں آپ کی ولادت کے دن اپنے یہاں خوشی کا اظہار کروں لیکن
اس مصلحت سے میں اور عالی جناب نواب سلطان الدولہ صاحب مرحوم
نور اللہ مرقدہٗ اپنے دلی ارادے میں ناکامیاب رہتے تھے کہ محترمہ
سرکار خلد مکاں اور نواب صدیق حسن خاں صاحب ضرور یہ تصور فرمائیں
گے کہ ہماری رائے کے خلاف محفل میلاد جاری کی ہے۔ تب میں
نے خدا سے التجا کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن میرے
یہاں کوئی خوشی کی تقریب ہو جائے تاکہ مجھے اس حیلے سے عین ولادت
کے دن مسرت ظاہر کرنے کا موقع حاصل ہو۔ قدرتِ الٰہی اور معجزہ،
حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم غور کے قابل ہے کہ صاحبزادی
آصف جہاں صاحبہ مرحومہ کے بعد پندرہ سال تک کوئی اولاد مجھے نہیں
ہوئی اور سب کو یہی یقین تھا کہ اب اولاد نہ ہوگی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے
میری التجا سنی اور ۸ ربیع الاول بروزِ سعید صاحبزادہ حمید اللہ خاں
صاحب زاد اللہ عمرہٗ پیدا ہوئے اور مجھے اس روزِ سعید کو خوشی کے
اظہار کا موقع مل گیا۔ اس دن سے اب تک ہر سال ۸ ربیع الاول کو
عیدِ میلاد اس طرح منائی جاتی ہے کہ مسجد میں خوب روشنی کی جاتی ہے
اور سوا لاکھ درود شریف کا ثواب پہنچایا جاتا ہے۔ عمدہ طعام پکا کر
غرباء اور دوستوں کو تقسیم کیا جاتا ہے"۔[2]

میلاد مبارک کو حکماً بند کرانے کے فیصلہ کا نتیجہ نواب صاحب کے حق میں بہت
برا نکلا اور وہ جلد ہی معزول کر دیئے گئے۔ سید فتح علی شاہ صاحب ساکن کھروٹہ سیداں
ضلع سیالکوٹ تحریر کرتے ہیں۔

" میرے زمانے میں دو واقعات عبرت انگیز واقع ہوئے ہیں۔

[2] سبیل الرشاد مرتبہ سید ممتاز علی مطبوعہ لاہور ۱۹۳۳ء صفحہ ۶۸-۶۹

اول : نواب محمد علی خاں بہادر والیٔ ٹونک نے ایک کتاب "مراۃ السنّۃ السنّیہ لرد قبح المجالس المولدیہ"، لکھی اس میں مجالسِ میلاد کے متعلق بہت سخت سست لکھا آخر چند روز کے بعد ہی حکومتِ ٹونک سے معزول کر کے بنارس میں نظر بند کئے گئے۔

دوم : نواب صدیق الحسن بہادر نے ریاست بھوپال میں امیرالملک والاجاہ کا خطاب حاصل کیا۔ کسی نے اتفاقاً ان کے زیرِ حکومت محفلِ میلاد منعقد کی۔ نواب صاحب نے اس کو سخت دھمکایا اور حکم دیا کہ اس کا مکان کھود کر معدوم کیا جائے۔ تھوڑے ہی دن گزرے کہ نوابی جاتی رہی کسی نے معزولی کی تاریخ یوں لکھی ہے ؎

چوں نواب بھوپال معزول شد — بگیرید پند ایہا الغافلون
پے سالِ تاریخ ہاتف زغیب — چنیں گفت لا یُفلح الظالمون۔[1]

حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے میلاد شریف کی مجالس میں خود شرکت فرماتے اور عوام کو ان بابرکت مجالس میں شرکت کے لئے تلقین کرتے اور جب انہیں معلوم ہوتا کہ فلاں علاقہ میں میلاد شریف کی مجالس منعقد ہوتی ہیں تو بہت خوش ہوتے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

۱ - لاہور میں میلاد شریف کا باقاعدہ اجتماع ۱۹۱۱ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا جس کی صدارت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ دربار علی پور شریف سیالکوٹ) نے کی مقررین میں حضرت علامہ اقبال بھی شامل تھے۔ اس متبرک جلسہ کی روئداد رسالہ "تہذیب نسواں"، میں شائع ہوئی جو درج ذیل ہے۔

"ہمیں اس بات کے دیکھنے سے بہت خوشی ہوئی کہ "تہذیب نسواں"، کا

---

[1] الارشاد الیٰ مباحث المیلاد تالیف علامہ محمد عالم آسی امرتسری مطبوعہ امرتسر ۱۹۳۲ء صفحہ ۳۳-۳۴

پچھلے سال کا ننھا سا بویا ہوا بیج، اس سال اچھا پھل لایا۔ اس سال کے بڑے نامی اخباروں نے عیدِ میلاد کے خاص پرچے (نمبر) نکالے۔ . . علماء مجتہدین نے عید میلاد کو قومی طور پر منانا نہایت ضروری سمجھا اور اس کے لیے اشتہار جاری کئے۔ لاہور میں حضرت صوفی حاجی حافظ سیّد جماعت علی شاہ کی طرف سے اہل اسلام شہر کو عام منادی کی گئی کہ تمام دکاندار اور اہلِ حرفہ اپنا اپنا کام بند رکھیں اور دن بھر عید منائیں۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔

نمازِ ظہر کے بعد نمازِ عشاء تک اسلامیہ کالج لاہور میں عظیم الشان جلسہ رہا۔ جس میں علمائے دین اور مشاہیر واعظ اور خوش بیان لیکچرار، تقریریں اور وعظ کرتے رہے۔ شیریں بیان شاعروں نے نہایت مؤثر نظمیں پڑھیں۔ اثر کا یہ حال تھا کہ بعض وقت لوگ بے تاب ہو کر چیخیں مارتے تھے۔

ڈاکٹر محمد اقبال نے نہایت خوبی سے لوگوں کو یہ بات سمجھائی کہ جلسے صرف تماشا نہیں بلکہ قومیت کو مضبوط کرنے اور اگلی پچھلی قوم کی شخصیت کو ایک کرنے کے لئے ان کا ہونا بہت ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ساری قوم اپنے بزرگوں کے حالات سن کر خود ان عظیم الشان بزرگوں کی ذریت ہونے کا فخر اور گھمنڈ دل میں نہ پیدا کرے گی۔ تب تک اُن کے سینوں میں الوالعزی اور بلند حوصلگی جوش زن نہیں ہو سکتی۔

شیخ عبدالقادر نے بہت خوبی سے پیغمبرِ خدا کے احسانات کا ذکر شروع کیا اور کہا کہ ان احسانوں کو کوئی کس طرح بیان کر سکتا ہے جن کی کوئی حد و غایت نہیں۔ میں گنہگار اس بھاری کام سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتا ہوں۔ میں تبرکاً اس سلسلۂ عظیم کی ابتداء اور انتہا میں صرف دو باتوں کا کچھ ذکر کروں گا۔ پھر انہوں نے بتایا کہ سب سے اول احسان آپ کا "قرآن پاک"، ہے جو وہ امت کے لئے لے کر آئے اور سب سے آخیر احسان قیامت کو آپ کی شفاعت ہوگی۔

مسٹر ظفر علی خاں بی۔ اے نے نہایت پُرجوش تقریر کی اور افسوس سے کہا کہ

لاہور میں کم از کم مسلمانوں کی ایک لاکھ آبادی ہے، جس میں پچاس ہزار عورتیں سمجھ لو۔ پچاس ہزار مردوں کو لازم تھا کہ وہ سب آج اس کالج کے میدان میں ہوتے اور اس کالج کے گرد نعرہ "یارسول اللہ" لگاتے اور درود شریف کے ذکر سے یہ میدان گونج اٹھتا۔

شمس العلماء مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی، شمس العلماء مولوی عبدالحکیم صاحب پیر حاجی سید جماعت علی شاہ صاحب نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل پر تقریریں کیں۔[2]

۲۔ ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۰ء میں حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے سجادہ نشین صاحبان علمائے کرام، مشاہیر قوم اور سیاسی اکابرین کے ساتھ مل کر میلاد شریف کو منانے کے لئے اخبارات میں مندرجہ ذیل اپیل شائع کی۔

"اتحادِ اسلام کی تقویت۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام و اجلال، حضور کی سیرتِ پاک کی اشاعت اور ملک میں بانیانِ مذاہب کا صحیح احترام قائم کرنے کے لئے ۱۲ ربیع الاول کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں اور مظاہروں کا انتظام کیا جائے جو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ قدر کے شایانِ شان ہوں اور جنہیں دنیا محسوس کر سکے۔ اُس دن ہر ایک آبادی میں علم اسلام بلند کیا جائے اور تمام فرزندانِ اسلام بلا استثناء اس علم کے نیچے جمع ہو کر خداوند پاک سے عہد کریں کہ وہ ہر قدم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشِ قدم تلاش کریں گے۔ اُن ہی کی محبت میں زندہ رہیں گے اور اُن ہی کی اطاعت میں جان دیں گے۔

انجمن حمایتِ اسلام کی جنرل کونسل نے قوم کی اس متحدہ آواز پر

۲۔ سبیل الرشاد مرتب سید ممتاز علی لاہور سنہ ۱۹۳۰ء صفحہ ۳۴-۳۵

لبیک کہتے ہوئے فیصلہ کیا ہے کہ یوم ولادت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلامیہ کالج کے وسیع میدان میں ایک عظیم الشان جلسہ کر کے لاہور میں اسوۂ رسول روحی فداہ کی اشاعت کرے اور اس شان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام و اجلال کا علم بلند کرے کہ ۱۲ ربیع الاول کے دن لاہور کا ایک ایک گوشہ "درفعناک ذکرک" کی تصویر بن جائے۔

مسلمانانِ لاہور میں ہزارہا اختلافات موجود ہوں گے لیکن حضور سید عالم کے عشق و احترام کے بارے میں کوئی اختلاف موجود نہیں ہے، اس واسطے انجمن حمایتِ اسلام بلا لحاظِ اختلاف تمام برادرانِ اسلام سے اپیل کرتی ہے کہ وہ انجمن کے ساتھ مل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام اور مبارک کام کو دنیا میں بلند رکھنے کے لئے ایسی گرم جوشی اور عزم و ہمت کے ساتھ کام کریں کہ ۱۲ ربیع الاول کے دن ایک خدا کے ماننے والے اور ایک نبی کے نام لیوا "المسلمون کرجل واحد" کی تصویر بن جائیں۔[3]

اس اپیل پر حضرت علامہ کے علاوہ جن اکابرین ملت نے دستخط کئے ہیں۔ ان میں سے چند اہم نام یہ ہیں۔

"۱۔ سید غلام بھیک نیرنگ انبالہ — ۲۔ مولانا غلام مرشد - لاہور
۳۔ مولانا شوکت علی - بمبئی — ۴۔ مولانا حسرت موہانی - موہان
۵۔ پیر سید مہر علی شاہ - گولڑہ شریف — ۶۔ مولانا قطب الدین عبدالوالی - لکھنو
۷۔ دیوان سید محمد - پاک پتن شریف — ۸۔ مولانا قمرالدین - سیال شریف
۹۔ مولانا فاخر - الہ آباد — ۱۰۔ مولانا سید حبیب - مدیر "سیاست"
۱۱۔ پیر سید فضل شاہ - جلالپور شریف — ۱۲۔ مولانا علی الحائری - لاہور

۳۔ اقبال ریویو جولائی ۱۹۷۸ء مضمون محمد حنیف شاہد صفحہ ۷۶-۷۷

۱۳۔ اور مولانا محمد شفیع داؤدی۔بہار وغیرہم"۔ ۵؎

جون ۱۹۳۱ء میں تحریک یوم النبی کے افتتاح کا اعلان کرتے ہوئے حضرت علامہ اقبال نے مسلم زعما اور اکابر ملت کے ہمراہ ملت اسلامیہ کی خدمت میں یہ اپیل کی۔

" حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کا آفتاب ساڑھے تیرہ سو سال گزرنے پر بھی نصف النہار پر ہے اور انشاء اللہ تا قیامت زوال پذیر نہ ہوگا۔ ہمارے سلف صالحین نے تبلیغ اسلام میں اپنا خون اور پسینہ ایک کر دیا تھا اور ہر زمانہ کے ذرائع کو حد شریعت کے اندر رہ کر استعمال کیا تھا، آؤ ہم سب مل کر موجودہ زمانہ کے مؤثر اور مفید ذریعۂ تبلیغ کو اختیار کریں اور اس فرض تبلیغ کو ادا کریں جو ہمارے ہادی اور تمام عالم کے محسن کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے "بلغوا عنی" فرما کر ہم پر فرض کر دیا ہے۔

ہماری استدعا ہے کہ تمام ہندوستان کے طول وعرض میں سیرت النبی کی اشاعت کے لئے ایک ہی دن تبلیغی جلسے کئے جائیں۔ ایسے جلسے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت قدر کے شایان شان ہوں اور جنہیں دنیا محسوس کر سکے، چوں کہ ان جلسوں کو ۱۲ ربیع الاول سے طبعی مناسبت ہے کہ یہ تاریخ تمام مبلغین وحی کے سردار اور دنیا کے مبلغ اکبر کے پیدا ہونے اور فرض تبلیغ ادا کر کے رحلت فرمانے کی تاریخ ہے اس واسطے یہ تبلیغی جلسے ۱۲ ربیع الاول کو کئے جائیں۔ اور تمام شہروں میں انتظام کے لئے معزز لوگوں کی سیرت کمیٹیاں بنا دی جائیں۔ اس دن تمام فرزندان اسلام علم اسلام کے نیچے جمع ہو کر یہ اقرار کریں کہ ہم ہر قدم پر اسوۂ رسول کی پیروی کریں گے اور ہماری نماز، قربانی، زندگی

۵؎ ایضاً صفحہ ۷۵ - ۷۶

اور موت اللہ کے لئے وقف ہوگی"۔ ۶؎

اس موقع پر جن اکابر اسلام نے حضرت علامہ کا ساتھ دیا اُن میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ مفتی نثار احمد - آگرہ
۲۔ میاں سر محمد شفیع - لاہور
۳۔ مولانا شوکت علی - دہلی
۴۔ مولانا سید غلام بھیک نیرنگ۔ انبالہ
۵۔ پیر سید مہر علی شاہ - گولڑہ شریف
۶۔ مولانا سید حبیب - لاہور
۷۔ مولانا حسرت موہانی
۸۔ مولانا محمد سجاد - بہار
۹۔ مولانا کشفی نظامی
۱۰۔ ڈاکٹر شفاعت احمد خاں
۱۱۔ مولانا غلام مرشد - لاہور اور
۱۲۔ مولانا سید علی حائری۔ لاہور وغیرہ ۷؎

حضرت علامہ اقبال نے "محفل میلاد النبی" میں ایک دفعہ تقریر کی جسے اخبار "زمیندار" نے شائع کیا۔ آثار اقبال کے مرتب نے حضرت علامہ کی اس تقریر کو اپنے مختصر نوٹ کے ساتھ "آثار اقبال" میں شائع کیا ہے۔ وہ نوٹ اور تقریر درج ذیل ہے۔

مرتب کا نوٹ۔

" میلاد مبارک کی محفلوں کو ایک جماعت نے اپنے نادانشمندانہ غلو سے کام لے کر محض ایک مجموعہ رسوم بنا دیا ہے۔ دوسری طرف اس کے مقابلہ میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی ہے جو سرے سے ان محفلوں ہی کو مٹا دینا چاہتی ہے۔ حضرت اقبال نے ایک موقع پر اس باب میں جو خیالات ظاہر فرماتے ہیں وہ اتنی بڑی حد تک معقول ومعتدل ہیں کہ ان کی تقریر کی رپورٹ کو "زمیندار" کے صفحات سے لے کر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ۸؎

۶؎ ایضاً صفحہ ۸۱ ۷؎ ایضاً صفحہ ۸۰
۸؎ آثار اقبال مرتبہ غلام دستگیر رشید حیدرآباد دکن ۱۹۴۶ء بار دوم صفحہ ۳۰

حضرت علامہ کا بیان

" زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔ انسانوں کی طبائع، اُن کے افکار اور اُن کے نقطہ ہائے نگاہ بھی زمانے کے ساتھ ہی بدلتے رہتے ہیں۔ لہٰذا تیوہاروں کے منانے کے طریقے اور مراسم بھی ہمیشہ متغیر ہوتے رہتے ہیں اور اُن سے استفادہ کے طریق بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی اپنے مقدس دنوں کے مراسم پر غور کریں اور جو تبدیلیاں افکار کے تغیرات سے ہونی لازم ہیں اُن کو مدنظر رکھیں۔

منجملہ اُن مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں ایک "میلاد النبی" کا مبارک دن بھی ہے، میرے نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی تربیت کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اُن کے عقیدے کے رو سے زندگی کا جو نمونہ بہترین ہو۔ وہ ہر وقت اُن کے سامنے رہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لئے اسی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اسوۂ رسول کو مدنظر رکھیں تاکہ جذبۂ تقلید اور جذبۂ عمل قائم رہے۔ ان جذبات کو قائم رکھنے کے تین طریقے ہیں پہلا طریق تو درود و صلوٰۃ ہے جو مسلمانوں کی زندگی کا جزو لاینفک بن چکا ہے۔ وہ ہر وقت درود پڑھنے کے موقع نکالتے رہتے ہیں۔ عرب کے متعلق میں نے سنا ہے کہ اگر کہیں بازار میں دو آدمی لڑ پڑتے ہیں اور تیسرا بہ آواز بلند اللّٰھم صل علیٰ سیدنا و بارک وسلم پڑھ دیتا ہے تو لڑائی فوراً رک جاتی ہے اور متخاصمین ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے سے فوراً باز آجاتے ہیں، یہ درود کا اثر ہے اور لازم ہے کہ جس پر درود پڑھا جاتے اس کی یاد قلوب کے اندر اثر پیدا کرے۔

پہلا طریق انفرادی دوسرا اجتماعی یعنی مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور ایک شخص جو حضور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہو، آپ کے سوانح زندگی بیان کرے تاکہ اُن کی

تقلید کا ذوق و شوق مسلمانوں کے قلوب میں پیدا ہو۔ اس طریق پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہم سب آج یہاں جمع ہوئے ہیں۔

تیسرا طریق اگرچہ مشکل ہے لیکن بہرحال اس کا بیان کرنا نہایت ضروری ہے وہ طریقہ یہ ہے کہ یادِ رسول اس کثرت سے اور ایسے انداز میں کی جائے کہ انسان کا قلب نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر ہو جائے یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے جو کیفیت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مقدس سے ہویدا تھی۔ وہ آج تمہارے قلوب کے اندر پیدا ہو جائے حضرت مولانا روم فرماتے ہیں ؎

آدمی دید است باقی پوست است
دید آنست آنکہ دید دوست است

یہ جوہر انسانی کا انتہائے کمال ہے کہ اُسے دوست کے سوا اور کسی چیز کی دید سے مطلب نہ رہے، یہ طریقہ بہت مشکل ہے کتابوں کے پڑھنے یا میری تقریر سننے سے نہیں آئے گا۔ اس کے لئے کچھ مدت نیکوں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو پھر ہمارے لئے یہی طریقہ غنیمت ہے جس پر آج عمل پیرا ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس طریق پر عمل کرنے کے لئے کیا کیا جائے؟ پچاس سال سے شور برپا ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنی چاہیئے لیکن جہاں تک میں نے غور کیا ہے تعلیم سے زیادہ اس قوم کی تربیت ضروری ہے اور ملی اعتبار سے یہ تربیت علمائے کے ہاتھ میں ہے۔ اسلام ایک خالص تعلیمی تحریک ہے صدر اسلام میں اسکول نہ تھے، کالج نہ تھے، یونیورسٹیاں نہ تھیں لیکن تعلیم و تربیت اس کی ہر چیز میں تھی۔ خطبہ جمعہ، خطبہ عید، حج، وعظ غرض تعلیم و تربیتِ عوام کے بے شمار مواقع اسلام

نے بہم پہنچاتے ہیں لیکن افسوس کہ علماء کی تعلیم کا کوئی صحیح نظام قائم نہ رہا اور اگر کوئی رہا بھی تو اس کا طریقِ عمل ایسا رہا کہ دین کی حقیقی روح نکل گئی، جھگڑے پیدا ہوگئے اور علماء کے درمیان جنہیں پیغمبر علیہ السلام کی جانشینی کا فرض ادا کرنا تھا سر پھٹول ہونے لگی[۱] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

دنیا میں نبوت کا سب سے بڑا کام تکمیلِ اخلاق ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق"، یعنی میں نہایت اعلیٰ اخلاق کے اتمام کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس لئے علماء کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ کے اخلاق ہمارے سامنے پیش کریں تاکہ ہماری زندگی حضور کے اسوۂ حسنہ کی تقلید سے خوش گوار ہوجائے اور اتباعِ سنت زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک جاری وساری ہوجائے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خربوزہ لایا گیا تو آپ نے کھانے سے انکار کردیا اور کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ نے اس کو کس طرح کھایا ہے، مبادا میں ترکِ سنت کا مرتکب ہوجاؤں ؎

کامل بسطام در تقلید فرد
اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

افسوس کہ ہم میں بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بھی موجود نہیں ہیں جن سے ہماری زندگی خوشگوار ہو اور ہم اخلاق کی فضا میں زندگی بسر کرکے ایک دوسرے کے لئے باعثِ رحمت ہوجائیں۔ اگلے زمانے کے مسلمانوں میں اتباعِ سنت سے ایک اخلاقی ذوق اور ملکہ پیدا ہوجاتا تھا اور وہ ہر چیز کے متعلق خود ہی اندازہ کرلیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رویہ اس چیز کے متعلق کیا ہوگا۔

[۱] حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کی جس بے عملی کا ذکر کیا ہے وہ اب پہلے سے بھی زیادہ تشویشناک ہے

حضرت مولانا روم بازار میں جارہے تھے، آپ کو بچوں سے محبت تھی، بچے کھیل رہے تھے، ان سب نے مولانا کو سلام کیا اور مولانا ایک ایک کا سلام الگ الگ قبول کرنے کے لئے دیر تک کھڑے رہے، ایک بچہ کہیں دور کھیل رہا تھا اُس نے وہیں سے پکار کر کہا کہ حضرت ابھی جائیے گا نہیں، میرا سلام لیتے جائیے تو مولانا نے بچے کی خاطر دیر تک توقف فرمایا اور اس کا سلام لے کر گئے۔ کسی نے پوچھا حضرت آپ نے بچہ کے لئے اس قدر توقف کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کا واقعہ پیش آتا تو حضور بھی یوں ہی کرتے۔

گویا ان بزرگوں میں تقلیدِ رسول اور اتباعِ سنت سے ایک خاص اخلاقی ذوق پیدا ہوگیا۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں، علماء کو چاہیئے کہ اُن کو ہمارے سامنے پیش کریں۔ قرآن وحدیث کے غوامض بتانا بھی ضروری ہے لیکن عوام کے دماغ ابھی ان مطالبِ عالیہ کے متحمل نہیں، انہیں فی الحال صرف اخلاقِ نبوی کی تعلیم دینی چاہیئے"[۲]

حضرت علامہ کے اس بیان یا تقریر کے شروع میں مرتب نے تحریر کیا ہے کہ ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی ہے جو اس مبارک تقریب کو مٹانے کے درپے ہے حقیقت یہ ہے کہ عید میلاد النبی کو اجتماعی اور قومی سطح پر منانے کے لئے بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں ایک زبردست تحریک اٹھی تھی اور اس تحریک کو کامیاب بنانے میں "تہذیبِ نسواں"، لاہور کا بہت اہم حصہ تھا۔ اس تحریک کی بدولت چند ہی سالوں میں برصغیر کے گوشے گوشے میں یہ مبارک تقریب قومی سطح پر منائی جانے لگی اور اس کو دیکھ کر ایک ایسا طبقہ جو بظاہر مسلمان کہلاتا ہے اس تحریک کے خلاف کھل کر میدان میں آگیا۔ اس نام نہاد طبقہ کے رد میں ایک

[۲] ایضاً صفحہ ۳۰۵ - ۳۰۹

درد مند خاتون سیدہ جمیلہ قطب نے ایک مضمون بعنوان " انعقادِ بزمِ میلاد " تحریر کیا جو ۲۵ مارچ ۱۹۱۱ء کے تہذیب میں چھپا۔ یہ مضمون آنا ہی ایمان افروز اور ضروری ہے۔ جتنا کہ آج سے پچھتر سال پہلے تھا۔ یہ مضمون سبیل الرشاد مرتب سید ممتاز علی کے چار صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

" افسوس ہمارے ہندوستان میں بعض وہمیوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہوا جو پہلے تو میلاد شریف کو جائز سمجھتا تھا وہ فقط قیام کا منکر تھا لیکن اب سرے سے میلاد شریف کو بدعت سمجھتا ہے۔ خبر نہیں یہ لوگ میلاد شریف میں کونسی بات قرآن وحدیث کے خلاف دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ کے پیدا ہونے کی خوشی کو برا سمجھتے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا ہمارے لئے نعمت عظمیٰ ہے تو مطابق حکم قرآن مجید " واما بنعمتہ ربک فحدث " (کہ اپنے پروردگار کی نعمت کا لوگوں کو ذکر سنا) کیوں نہ آپ کا ذکر کیا جائے اور جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے مومنین پر احسان کیا کہ اُن میں رسول پیدا کیا اور رسول بھی ایسا جو رحمت اللعالمین ہے تو آیت " بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحو " (اللہ تعالیٰ کے اس فضل ورحمت پر مومنین کو خوب خوشی منانی چاہیئے) کے مطابق کیوں نہ سامانِ سرور یعنی محفل سجائی جائے احباب کو جمع کرنے، شیرینی وغیرہ بانٹنے کے ساتھ رحمتِ الٰہی کا بیان کیوں نہ کیا جائے، آرائش محفل کیوں نہ کی جائے جب وہ اس آیت سے ثابت ہے " من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق "، یعنی کس نے حرام کردیا پاکیزہ رزق کو اور اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی۔

چھوہارے کیوں نہ بانٹے جائیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اتقوا النار ولو بشق تمرہ "، یعنی آدھا چھوہارا دیکر دوزخ

کی آگ سے بچو۔

مکان کو معطر کیوں نہ کیا جائے جبکہ سب جانتے ہیں کہ خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت محبوب تھی، لوبان کیوں نہ جلایا جائے جبکہ مسلم نے روایت بیان کی ہے: ۔ ابن عمر جس وقت خوشبو کی دھونی لیتے تھے تو خالص لوبان کی دھونی لیتے تھے اور لوبان کے ساتھ کافور بھی ملا دیتے تھے اور فرماتے کہ رسولِ خدا اس قسم کی خوشبو جلا کر دھونی لیا کرتے تھے ،، ۱۰؎

معترضین نے نہ صرف " میلاد شریف " کی مخالفت کی ہے بلکہ اس احترام، عقیدت اور تقدس کو بھی عوام کے قلوب سے مٹانے کی کوشش ہے جو انہیں حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک سے ہے کیونکہ اُن کے نزدیک محافل میلاد شریف کو بند کرانے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ عوام کے دلوں سے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ کو ختم کردیا جائے اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ اس مثال کا تعلق ایک ایسی ہستی سے ہے جو علمائے دیوبند میں " استاذ الکل " کے لقب سے مشہور و معروف ہے۔ اس سے مراد مولانا سلیمان ندوی صاحب جانشین علامہ شبلی نعمانی ہیں

استاذ الکل نے اپنے مرشد مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی تصانیف و تالیفات کے بارے میں " معارف ،، اعظم گڑھ میں ایک مضمون بعنوان " حکیم الامت کے آثارِ علمیہ ،، کے نام سے لکھا لیکن اس (ہی تھانوی) صاحب کی تصنیف " حفظ الایمان " کا قصداً ذکر نہ کیا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اس کتاب کی ایک ایمان سوز عبارت نے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلوب پر گہرے زخم لگائے ہیں۔

اس پر معارف کے ایک قاری جناب محمد ادریس صاحب گوڑگانوی نے

۱۰؎ سبیل الرشاد مرتبہ سید ممتاز علی دیوبندی صفحہ ۴۲-۴۳

جناب سلیمان ندوی صاحب کو جو مراسلہ بھیجا اور ندوی صاحب کی طرف سے اس کا جو جواب دیا گیا اُسے ملاحظہ کریں۔

سوال محمد ادریس صاحب

"مولانا صاحب۔ السلام علیکم

حکیم الامت کے آثارِ علمیہ "معارف فروری ۱۹۴۴ء" سے جناب کی ارادت ظاہر ہے لیکن مؤرخ کو تصویر کے دونوں رخ مدِّ نظر ہوتے ہیں، تمام مضمون بار بار دیکھا کتاب "حفظ الایمان"، جو مولانا کی عقائد میں خاص تصنیف ہے کہیں نظر نہ آئی جس کے ایک توہین آمیز فقرے نے اہلِ اسلام میں شور برپا کر دیا۔ براہِ کرم اس فقرے پر خیال آرائی فرما کر اہلِ ایمان کے شکوک رفع فرمائیں۔ کتاب "حفظ الایمان" کا وہ فقرہ حسبِ ذیل ہے۔

"اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی علم غیب تھا تو یہ ناممکن اور اگر جزوی تھا تو ایسا زید، بکر، مجنون، دیوانہ بلکہ جمیع حیوانات کو ہے۔"

جواباً ارشاد ہوتا ہے۔

"السلام علیکم و رحمۃ اللہ عنایت نامہ ملا، اس بروقت تنبیہہ کا شکریہ جو امید ہے خلوص کے ساتھ کی گئی ہے اور میرا جواب بھی اسی اخلاص پر مبنی ہے۔ حضرت مولانا حکیم الامت کی کتاب "حفظ الایمان"، کے جس فقرہ کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے وہ معناً اپنے مقام پر صحیح ہے اور کسی ترمیم یا تصحیح کی اس میں ضرورت نہیں، لیکن چوں کہ بعض حضرات کے اعتراضات سے حضرت مصنف کو جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہ فقرہ ان بعض حضرات کے لئے معاذ اللہ توہینِ نبوت کا موہم ہوا ہے تو حضرت ممدوح نے اس کی جگہ اسی معنی کی دوسری عبارت حفظ الایمان کے دوسرے ایڈیشن میں بدل دی اور بطورِ ضمیمہ بھی شائع کر دی جو شاید آپ کی نظر سے نہیں گزری چنانچہ وہ عبارت یہ ہے:۔ اگر بعض علومِ

غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے۔ مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے"۔ ؎۱۱

دیکھا آپ نے ندوی صاحب اپنے مرشد کی پہلی ایمان سوز عبارت کو صرف معناً ہی صحیح سمجھتے ہیں بلکہ اس میں ترمیم و اصلاح کے بھی قائل نہیں اور عبارت میں جو بادل نخواستہ تبدیلی کی گئی ہے وہ خلوصِ دل سے نہیں کی گئی بلکہ صرف "چند سرپھرے" مولویوں کے خوف سے۔

ندوی صاحب کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ دوسرے ایڈیشن یا اس کے بعد کے ایڈیشنوں میں عبارت تبدیل کر دی گئی ہے۔ بازار میں جو عام طور پر حفظ الایمان ملتی ہے اس کے متن میں وہ ایمان سوز عبارت بعینہٖ موجود ہے۔ جناب محمد اویس صاحب نے تو عبارت کو پیش کرتے وقت مختصر کر دیا ہے۔ عام قارئین کی آگاہی کے لئے پوری عبادت درج ذیل ہے۔

"آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" ؎۱۲

خُدا کی قدرت تو دیکھئے کہ ایک طرف نام نہاد علماء و فقہاء اشرف ترین اور بزرگ ترین ہستی کے میلادِ مبارک کو بدعت اور ناجائز کہتے نہیں تھکتے دوسری طرف ایک دیوانہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پس ماندگان کو وصیت

؎۱۱ معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۴۴ء جلد نمبر ۵۴ صفحہ ۱۳۹-۱۴۰

؎۱۲ حفظ الایمان تصنیف اشرف علی تھانوی مطبوعہ دیوبند صفحہ ۸

کرتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے وہ چند اشعار جو میں نے ایک کاغذ پر
لکھ رکھے ہیں میری لحد میں رکھ دیئے جائیں تاکہ میری بخشش کا سامان یہ اشعار
بن جائیں۔

جناب سید نذیر نیازی صاحب مرحوم اپنی بے مثل تخلیق "دانائے راز"
میں تحریر کرتے ہیں۔

"گرامی کی وصیت تھی کہ ان کی ایک رباعی اور نعت کے چند اشعار
جو ایک پرزہ کاغذ پر لکھ رکھے ہیں لحد میں رکھ دیئے جائیں۔ مگر یہ
تحریر نہ مل سکی۔ ایک روز بیگم کے خواب میں آئے، کہنے لگے بخشش کا
فکر نہ کرو، رباعی اور نعت لوحِ مزار پر کندہ کرا دو تعمیل ارشاد کر دی گئی۔

رباعی یہ ہے ؎

خاور دمد از شبم بایں تیرہ شبی
کوثر چکد از لبم بہ ایں تشنہ لبی
اے دوست ادب کہ در حریمِ دل ماست
شاہنشاہِ کونین رسولِ عربی

نعت کا آخری شعر ہے۔

گرامی در قیامت آں نگاہِ معرفت خواہد
کہ در آغوشِ گیرد جرم ہائے بے حسابش را" ۱۳ے

(۳) حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست محمد جمیل صاحب نے جب انہیں
یہ اطلاع دی کہ جنوبی ہندوستان میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑی عقیدت و
احترام سے منائی جا رہی ہے تو بہت خوش ہوتے اور انہیں جواباً تحریر فرمایا۔

"مجھے اس اطلاع سے بے حد مسرت ہوئی کہ جنوبی ہندوستان میں

۱۳ے دانائے راز تصنیف سید نذیر نیازی لاہور ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۳-۲۴

"یوم النبی" کی تقریب کے لئے ایک ولولہ پیدا ہو گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں
کہ ہندوستان میں ملتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کے لئے رسولِ اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی ہماری سب سے بڑی اور کارگر قوت ہو سکتی
ہے، مستقبل قریب میں جو حالات پیدا ہونے والے ہیں اُن کے پیشِ نظر
مسلمانانِ ہند کی تنظیم اشد لازمی ہے۔

عبدالمجید صاحب قریشی بانی تحریکِ سیرت آج تشریف لائے ہوئے
تھے، میں نے انہیں بتایا ہے کہ کس طرح اس تحریک کو ہندوستان میں
خدمتِ اسلام کے لئے مؤثر و مفید بنایا جا سکتا ہے" ۱۴ے

جناب قریشی صاحب کی قائم کردہ "سیرت کمیٹی" کی کامیابی اور تبلیغی کوششوں
سے متاثر ہو کر حضرت علامہ نے چند دردمند مسلمان دوستوں کے ہمراہ درج ذیل بیان
جاری کیا جس میں سیرت کمیٹی کی خدمات کو سراہا ہے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی اشاعت و اطاعت
دونوں جہاں کی سعادت اور سرخروئی کا سرچشمہ ہے۔ اگر مسلمان حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان اخلاق و اعمال کو اپنے سامنے رکھ کر
ان کے مطابق زندگی بسر کرتے تو اقوامِ عالم میں وہ سب سے اونچی
جگہ کے مستحق ہوتے اور اب بھی اُن کے منظم اور متحد ہونے، بھائی
بھائی بننے، دولتِ ایمان حاصل کرنے اور اسلام کی عظمت اور سچائی
تک پہنچنے کا سب سے سچا اور سیدھا راستہ ایک ہی ہے اور وہ یہ
ہے کہ مسلمان اپنی عملی اور اخلاقی زندگی میں رسول اللہ کے نیک نمونہ
کی پیروی کریں۔

یہ حقیقت محتاجِ بیان نہیں کہ سیرت کمیٹی پٹی (ضلع لاہور) کی

۱۴ے اقبال نامہ حصہ دوم لاہور ۱۹۵۱ء صفحہ ۹۲-۹۳

نیک کوششوں سے مسلمانانِ عالم سیرتِ پاک کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور تمام دنیائے اسلام کے اکابر، علماء اور سلاطین تک نے اس تحریک کا خیر مقدم کیا ہے، مزید برآں سیرت کمیٹی کے نصف درجن سے زیادہ مبلغ اور داعی ہندوستان اور غیر ممالک میں مصروفِ عمل ہیں اور سب سے زیادہ قابلِ قدر اور لائقِ تعریف بات یہ ہے کہ سیرت کمیٹی اس مبارک تحریک کو شروع ہی سے تجارتی بنیادوں پر چلا رہی ہے اور گزشتہ چار سال کے عرصے سے اسے پبلک چندہ سے پاک رکھا گیا ہے اور تحریک اور اس کے مبلغوں کے اخراجات اخبار "ایمان"، اور کتبِ سیرت کے منافع سے پورے کئے جاتے ہیں۔

سیکرٹری کی رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ سیرت کمیٹی اپنے مبلغوں کی جماعت کو سرحد، سندھ، گجرات، سی پی اور بمبئی کے علاقوں میں بھیج رہی ہے تاکہ وہ مسلمانوں کو حضرت رحمۃ للعالمین کے نقشِ قدم کی پیروی کی دعوت دیں۔ ہم ان صوبوں کے معززین، امراء، علماء اور اسلامی مجلس کے اراکین سے بزور استدعا کرتے ہیں کہ وہ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبلغوں اور سفیروں کی ان کے نیک اور عظیم الشان کام میں تہِ دل سے امداد فرمائیں۔ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس کائنات میں سب سے زیادہ بابرکت، مقبول و مفید اور قابلِ عزت کام جو خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور خلقِ خدا کی بہبود کا جامع ہو یہ اور صرف یہ ہے کہ فرزندانِ اسلام متحد اور متفق ہو کر پوری مستعدی اور اخلاص سے حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ پاک کی منادی کریں اور اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت کرنا دین و دنیا، مغفرت و نجات، مذہب و سیاست اور رضائے حق اور قبولِ الٰہی کے جملہ سرشتوں کی جان ہے"۔ ص۱۵

ص۱۵ : اقبال ریویو جولائی ۱۹۷۸ء مضمون محمد حنیف شاہد صفحہ ۸۲-۸۳

مجلسِ میلاد شریف میں "قیام"، ایک اہم مسئلہ ہے اس کے متعلق سید ممتاز علی صاحب دیوبندی اور سرسید احمد خاں صاحب مرحوم کے قول و فعل کا مطالعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

سید ممتاز علی صاحب کا ارشاد ہے۔

"رہا قیام۔ مجھے ایسی محفلِ میلاد میں شریک ہونے کا اتفاق نہیں ہوا جس میں قیام ہوا ہو، بہت سے لوگ اس قسم کی محفلوں میں قیام بھی نہیں کرتے، مگر جو کرتے ہیں وہ برا نہیں بلکہ اچھا کرتے ہیں۔۔۔ جب کسی کے مرنے پر ماتمی جلسہ کیا جاتا ہے تو تقریروں کے بعد جب موت کے افسوس کا ریزولیوشن پاس ہونے لگتا ہے تو اس وقت سب حاضرین مجلس کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ سب اس عزیز مرحوم کی تعظیم کا نشان ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ وہ روح اس وقت وہاں موجود ہے اور بہت اغلب ہے کہ وہ موجود ہوتی ہو۔ پس بڑی حیرت اور شرم کی بات ہے کہ ہم دنیا کے معمولی آدمیوں کی روح کی کھڑے ہو کر تعظیم بجا لائیں اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کی تعظیم نہ کریں۔۔۔۔ جب ہم پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کے آنے کا ذکر کرتے ہیں تو ہیں اس کے صرف یہ معنی سمجھتا ہوں کہ ہم اس وقت اس روحِ مطہر کے احاطۂ رویت و سماعت میں آجاتے ہیں۔ پس ہم اگر آپ کی نگاہ و سماعت میں آگئے تو یہی آپ کی تشریف آوری ہے اور یہی آپ کی خدمت میں ہماری حاضری" ص۱۶

سرسید احمد خاں کی مجلسِ میلاد شریف میں حاضری کے ایک عینی شاہد کا بیان ہے۔

"

ص۱۶ : سبیل الرشاد تصنیف سید ممتاز علی دیوبندی صفحہ ۱۴۷ تا ۱۴۹

"میری اپنی ذاتی ایمانی شہادت یہ ہے کہ میں نے سرسید کو مسجد میں مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ کالج کے طالبعلم سالانہ محفلِ میلاد منعقد کرتے تھے اس میں سرسیدؒ آکر بیٹھتے تھے اور آخیر تک بیٹھے رہتے تھے، سلام کے موقع پر سب کے ساتھ کھڑے ہو جاتے تھے اور سب کے ساتھ بلند آواز سے سلام پڑھتے تھے"۔ ے۱۷

مندرجہ بالا اعبارتوں پر ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہنا چاہتے یہ اپنی وضاحت آپ ہیں۔

اب آخر میں حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جناب فقیر سید وحید الدین کی ایک مختصر تحریر اور حضرت علامہ کے چند نعتیہ اشعار پیش کر کے اس موضوع کو سمیٹا جاتا ہے۔ اگر زندگی نے وفا کی تو اس موضوع پر ان شاء اللہ تفصیلی بحث کی جائے گی جس کا یہ بجا طور پر مستحق ہے۔

فقیر سید وحید الدین فرماتے ہیں۔

"ڈاکٹر محمد اقبال کی سیرت اور زندگی کا سب سے زیادہ ممتاز ، محبوب اور قابلِ قدر وصف جذبۂ عشقِ رسول ہے، ذاتِ رسالت مآب کے ساتھ انہیں جو والہانہ عقیدت تھی اس کا اظہار اُن کی چشمِ نمناک اور دیدۂ تر سے ہوتا تھا کہ جہاں کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اُن کے سامنے لیا اُن پر جذبات کی شدت اور رقت طاری ہو گئی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتے ہی اور اُن کا ذکر چھیڑتے ہی اقبال بے قابو ہو جاتے۔

عشقِ رسول ڈاکٹر اقبال کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا اور اُن کے ذہن و فکر پر چھا گیا تھا وہ کتنے بڑے فلسفی تھے اور فلسفہ کا

ے۱۷ : "البصیر" چنیوٹ نخلی نمبر جون تا دسمبر ۱۹۵۶ء مضمون ڈاکٹر شیخ عبداللہ صفحہ ۱۶۶

سارا معاملہ عقل کے بل بوتے پر چلتا ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو وہ عقل کی کسوٹی پر جانچنے کی جرأت نہ کرتے تھے، اس معاملہ میں وہ ایمان بالغیب کے قائل تھے۔ پس جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا وہ دین و ایمان اور سر آنکھوں پر! اس بارگاہ میں چون و چرا کی گنجائش نہیں، سمعنا و اطعنا اطاعت ، فرمانبرداری اور غلامی ہی ایمان کی دلیل بلکہ بنیاد ہے۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

اقبال کی شاعری کا خلاصہ ، جوہر اور لبِ لباب عشقِ رسول اور اطاعتِ رسول ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی صحبتوں میں عشقِ رسول کے جو مناظر دیکھے ہیں اُن کا لفظوں میں اظہار بہت مشکل ہے، وہ کیفیتیں بس محسوس کرنے کی تھیں"۔ و۱۸

نعتیہ اشعار :

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

و۱۸ : روزگارِ فقیر تالیف فقیر سید وحید الدین لاہور ۱۹۶۳ء بار دوم صفحہ ۹۴ - ۹۵

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

(بالِ جبریل)

پیشِ او گیتی جبیں فرسودہ است — خویش را خود عبدہٗ فرمودہ است
جوہرِ او نے عرب نے اعجم است — آدم است و ہم ز آدم اقدم است
عبدہٗ صورت گرِ تقدیر ہا — اندرو ویرانہ ہا تعمیر ہا
عبدہٗ ہم جانفزا ہم جانستاں — عبدہٗ ہم شیشہ ہم سنگِ گراں
عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر — ما سراپا انتظار او منتظر
عبدہٗ دہر است و دہر از عبدہٗ ست — ما ہمہ رنگیم او بے رنگ و بوست
عبدہٗ با ابتدا بے انتہاست — عبدہٗ را صبح و شامِ ما کجاست
کس ز سرِ عبدہٗ آگاہ نیست — عبدہٗ جز سرِ الا اللہ نیست
لا الٰہ تیغ و دمِ او عبدہٗ — فاش تر خواہی بگو ہو عبدہٗ
عبدہٗ چند و چگونِ کائنات — عبدہٗ رازِ درونِ کائنات

مدعا پیدا نہ گردد زیں دو بیت
تا نہ بینی از مقامِ ما رمیت

(جاوید نامہ)

بیا اے ہم نفس باہم بنالیم — من و تو کشتۂ شانِ جمالیم
دو حرفے بر مرادِ دل بگوئیم — بپائے خواجہؐ چشماں را بمالیم
مسلماں آں فقیرِ کج کلاہے — رمید از سینۂ او سوزِ آہے
دلش نالد چرا نالد نداند — نگاہے یا رسول اللہ نگاہے
بہ پایاں چوں رسد ایں عالمِ پیر — شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضورِ خواجہؐ ما را — حسابِ من ز چشمِ او نہاں گیر

(ارمغانِ حجاز)

؎ صلی اللہ علیہ وسلم

سید نور محمد قادری — چک نمبر ۱۵ شمالی ضلع گجرات — ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ
۳ جون ۱۹۸۶ء